مسلمان آسٹریا میں

جنید انور مفتی

جمہوریہ آسٹریا (Republic of Austria) وسطی یورپ میں جرمنی اور ہنگری کے درمیان واقع ہے۔ اس کے مغرب میں سوئٹزرلینڈ، شمال مغرب میں جرمنی، شمال میں چیک جمہوریہ، مشرق میں ہنگری، جنوب میں اٹلی اور یوگوسلاویہ واقع ہیں۔

آسٹریا کا کل رقبہ ۸۳۸۵۰ مربع کلومیٹر ہے۔ جب کہ زمینی رقبہ ۸۲۷۳۰ مربع کلومیٹر ہے۔ ۱۷ فیصد رقبہ قابل کاشت ہے۔ ایک فیصد رقبہ پر مشتمل فصلیں اُگائی جاتی ہیں۔ ۲۴ فیصد رقبہ پر سبزہ زار اور چراگاہیں ہیں۔ ۳۰ فیصد رقبہ پر جنگلات اور لکڑی پائی جاتی ہیں۔ ۱۹ فیصد رقبہ متفرق ہے۔

یہاں کی زبان جرمن ہے، تعلیم کے حوالے سے ۹۹ فیصد مرد اور ۹۹ فیصد عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں کی نسلی آبادی ۹۹٫۴ فیصد جرمن، ۰٫۳ فیصد کروشین اور ۰٫۱ فیصد سلوونی شامل ہیں۔ یہاں کی کل آبادی ۲۰۰۵ء میں تقریباً ۸۱۸۴۶۹۱ ہے۔ اس میں سے مسلم آبادی ۳۸۴۶۸۰ ہے۔ یعنی کل آبادی کا ۴ فیصد۔ یہاں کی مذہبی تقسیم کچھ اس طرح ہے: رومن کیتھولک ۸۵ فیصد، پروٹسٹنٹ ۶ فیصد، مسلم ۴ فیصد کے لگ بھگ دیگر ۵ فیصد۔ دارالحکومت ویانا کے علاوہ دیگر بڑے شہروں میں گراز، لینز، سالزبرگ، انس برگ، کیلیکن فرٹ، ولیچ اور سینٹ پولٹن شامل ہیں۔

آسٹریا میں مسلم تاریخ: ۱۵۲۵ء اور ۱۵۲۶ء میں عثمانی سلطنت نے ہنگری پر قبضہ کر لیا تو اس کے بعد انھوں نے (عثمانی ترکوں) نے آسٹریا پر حملہ کیا اور قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ ۱۵۲۹ء اور ۱۶۸۳ء میں ترکوں نے دو مرتبہ دارالحکومت ویانا کا محاصرہ کیا، مگر قبضہ کرنے میں ناکام رہے، دوسرے محاصرے کی ناکامی کے بعد ۱۶۸۶ء میں ہنگری عثمانی سلطنت کے قبضے سے نکل گیا اور آسٹریا ہنگری کی شہنشاہیت وجود میں آئی، جس کا خاتمہ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی اور آسٹریا کی شکست کے بعد ۱۹۱۸ء میں ہوا اور ۱۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو جمہوریہ آسٹریا کے قیام کا اعلان ہوا۔

ان تمام واقعات وحالات کے دوران ہی اسلام کا تعارف اس علاقے میں ہو چکا تھا۔ سولھویں اور سترھویں صدی تک مسلمان تاجروں اور سفیروں کی حیثیت سے ویانا آتے اور قیام کرتے تھے مگر اس وقت تک آسٹریا میں مسلمانوں کی مستقل آبادی قائم نہیں ہوئی تھی۔

مسلمان سب سے پہلے ۱۸۷۸ء میں ویانا میں اس وقت آباد ہوئے جب بوسنیا اور ہرسک کے عثمانی صوبوں پر آسٹریا کا

قبضہ ہوگیا، اس کے علاوہ مشرقی یورپ اور ترکی سے بھی مسلمان تارکینِ وطن نے آ کر یہاں سکونت اختیار کی۔ اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ ۱۸۶۷ء میں حکومت نے ایک قانون پاس کیا جس میں اس بات کی گارنٹی دی گئی کہ پوری مملکت میں تمام مذاہب کا احترام کیا جائے گا اور اسی بات نے مسلمانوں کو یہ حق دیا کہ وہ اپنی مذہبی عبادات سرانجام دے سکیں اور یہاں کی سکونت وشہریت اختیار کرسکیں۔

اسی زمانے میں بوسنوی مسلمانوں کو آسٹریا کی فوج میں بھرتی کیا گیا، اسلام کو آسٹروی حکومت نے خصوصی حیثیت دی اور مسلمانوں کی ہر سہولت وآسانی کا خیال رکھا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران یہاں کے مسلمانوں نے آسٹریا کی جانب سے جنگ میں حصہ لیا مگر جنگ میں شکست کے بعد بوسنیا اور ہرسک کے مسلم علاقے قبضے سے نکل گئے اور آسٹریا کے پاس صرف جرمن علاقے ہی باقی رہ گئے، یہاں کچھ مسلمان رہ گئے تھے جنھوں نے آسٹریا کی خواتین سے شادی کی، مگر یہ بات قابلِ ذکر ہے ان مسلمانوں نے عمومی طور پر اپنے دین کی حفاظت کی اور اس سے اپنا تعلق استوار رکھا، آسٹریا میں پہلی مسلم آبادی یہی تھی۔

۱۸۷۸ء ہی میں آسٹروی حکومت نے ویانا کے اندر رہنے والے مسلمانوں کے لیے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی تاکہ مسلمان اپنی عبادات اور مذہبی فرائض آسانی سے ادا کرسکیں، خصوصاً وہ مسلمان جو آسٹروی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد بھی یہاں مسلمان تارکینِ وطن کی آمد کا سلسلہ زور پکڑ گیا۔ یہ مسلمان یوگوسلاویہ اور ترکی سے ہجرت کر کے آ رہے تھے، یوگوسلاویہ سے اس لیے کہ وہاں کمیونسٹوں نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہوئے تھے اور ترکی سے بہتر تلاشِ معاش کے سلسلے میں۔ اس لیے کہ اس زمانے میں آسٹریا کی تعمیر نو ہو رہی تھی اور یہاں مزدوری اور تلاشِ معاش کے کافی وسیع مواقع میسر تھے۔

تیسری مرتبہ یہاں مسلم تارکینِ وطن ۱۹۷۰ء کی دہائی میں آئے جب یہاں پر اقتصادی ترقی کا عظیم الشان دور شروع ہوا۔ چوتھی مرتبہ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں یوگوسلاویہ کے ٹوٹ جانے کے بعد مسلم افراد کی آمد ہوئی۔ اسی دوران عرب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی یہاں آ کر آباد ہوئی اور اس نے بھی یہاں کی مسلم آبادی میں کافی اضافہ کیا۔ آسٹریا میں مختلف اوقات میں مسلمانوں کی آمد اور آبادی میں ہونے والا اضافہ درج ذیل جدول سے واضح ہو جاتا ہے۔

۱۹۵۱ء میں ۔ ۳۰۰۰، ۱۹۶۵ء میں ۔ ۳۰۰۰۰، (یوگوسلاوین = ۱۸۰۰۰، ترک ۸۰۰۰، آسٹرین ۳۰۰۰، طلباء ۳۰۰۰، دیگر ۳۰۰۰) ۱۹۷۱ء میں ۔ ۳۵۰۰۰، ۱۹۷۸ء میں ۔ ۵۰۰۰۰، (ترک = ۴۹۰۰۰، آسٹرین = ۵۰۰۰، ان میں سے بیس ہزار مسلمان ویانا میں ہیں) ۱۹۸۲ء میں ۔ ۷۰۰۰۰، (۸۰ فیصد ترک مسلمان ہیں) تقریباً ۴۰۰۰۰۰، ۲۰۰۵ء۔

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۱۲ء میں آسٹریا ہنگری کی سلطنت میں اسلام کو ملک کے ایک مذہب کے طور پر تسلیم کرلیا گیا تھا، مگر ۱۹۱۸ء میں آسٹریا کی شکست کے بعد اس کی قانونی حیثیت برقرار نہیں رہی تھی۔ مگر ترک اور یوگوسلاوی مسلمانوں کی آسٹریا آمد اور رہائش کے بعد ۱۹۷۹ء کو آسٹریائی حکومت نے اسلام کو آسٹریا کے ایک مذہب کے طور پر دوبارہ تسلیم کرلیا اب مسلمانوں کو وہی استحقاق حاصل ہے جو دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو حاصل ہے اور وہ نصاب میں اسلامی تعلیمات کو شامل

کر سکتے ہیں۔

۱۹۱۸ء اور ۱۹۷۹ء کے درمیانی عرصے میں بھی (جب اسلام کو آسٹریا کے ایک مذہب کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا) یہاں کی حکومت نے مسلمانوں کو بہت سی سہولیات دیں۔ خصوصاً اقلیتوں کے تحفظ کے لیے قوانین بنائے گئے اور انھیں صلاحیتوں کی بنیاد پر اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کی ترغیب دی گئی اور اس کے لیے راہ ہموار کی گئی۔

۱۹۸۸ء میں آسٹریائی حکومت نے "Law of Islam" کے نام سے ایک قانون پاس کیا تاکہ تمام مسلم ممالک بالخصوص مسلکِ حنفی کو رجسٹرڈ کیا جاسکے۔ اس قانون کی وجہ سے آسٹریائی مسلمانوں کو اپنے مذہب کے بارے میں زیادہ قانونی حقوق اور اختیارات حاصل ہوگئے۔

مثال کے طور پر خواتین کام کے دوران یا عام مقامات پر حجاب پہن سکتی ہیں، اسی طرح طالبات کو بھی یہ اجازت ہے کہ وہ پبلک اسکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں باحجاب ہوکر تعلیم حاصل کرسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلم طلباء اسلامی علوم کی تعلیم سرکاری اسکولوں میں حاصل کرسکتے ہیں بلکہ یہاں کی فوج میں شامل مسلم سپاہیوں اور فوجیوں کو بھی یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ آرمی کے تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیم حاصل کرسکتے ہیں۔ آسٹریائی فوج کے مسلمان ارکان کو اسلامی تہواروں پر تنخواہ کی ادائیگی کے ساتھ چھٹیاں لینے کی سہولت بھی میسر ہے۔

۱۹۸۳ء سے آسٹریا کے اسکولوں میں اسلامی تعلیم کا بھی آغاز ہوچکا ہے اس کے لیے نصاب کی تیاری اور اساتذہ کی تربیت کا سارا بار آسٹریائی حکومت نے اپنے ذمے لیا ہے۔ یہ سہولت صرف ان علاقوں میں سے جہاں مسلمانوں کی بڑی آبادیاں ہیں مثلاً ویانا اور اس کا گردونواح، لنز کا شہر اور مغربی آسٹریا میں دوراءلبرگ کے صنعتی علاقے وغیرہ ان تمام سہولتوں اور حقوق کو حاصل کرنے میں مسلمانوں کی اجتماعی اور اتحادی سرگرمیوں نے بڑا کردار ادا کیا ہے، خصوصاً اب تمام مسلم تنظیموں نے خود کو اسلامک کمیونٹی اِن آسٹریا میں ضم کردیا۔ آسٹریا میں قرآن کریم بآسانی مل جاتا ہے، اس کے جرمن اور بوسنوی زبان میں تراجم بھی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف تنظیمیں وقتاً فوقتاً مذہبی مواد اور لٹریچر کی اشاعت کا اہتمام کرتی ہیں۔ ٦ سے ١٠ تک ماہنامہ اسلامی رسالے نکلتے ہیں جو وسطی اور مغربی یورپ تک جاتے ہیں۔

قابلِ ذکر مساجد اور تعلیمی ادارے: ایک محتاط اندازے کے مطابق آسٹریا میں ۷۰ مساجد ہیں، زیادہ تر مساجد ترک مسلمانوں کی ہیں۔ یہاں کی پہلی باقاعدہ مسجد ۱۹۷۸ء میں قائم ہوئی اس کا سنگِ بنیاد ۱۹۶۸ء میں رکھا گیا، اس مسجد کا باضابطہ افتتاح ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء کو صدرِ آسٹریا کی موجودگی میں ہوا۔ اس کی تعمیر میں حکومتِ آسٹریا کی معاونت شامل رہی۔ یہ مسجد ویانا میں تعمیر کی گئی۔ ۱۹۹۸ء میں ۳۴۰۰۰ مربع فٹ کے رقبے پر ایک اور عظیم الشان مسجد کا قیام عمل میں آیا جو انتہائی عظیم الشان ہے۔

مشہور تعلیمی اداروں میں اسلامک ریلیجنس اتھارٹی قائم شدہ ۱۹۷۹ء، اسلامک منسٹر (ویانا) قائم شدہ ۱۹۷۷ء، اسلامک اکیڈمی (ویانا) قائم شدہ ۱۹۹۸ء، الازہر مدرسہ (ویانا) قائم شدہ ۲۰۰۰ء شامل ہیں جو آسٹریا کے مسلمانوں کے مذہبی اور معاشرتی ترجمان کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی لوکل انجمنیں اور جماعتیں ہیں جو مختلف

ادارے چلا رہی ہیں جنھیں مختلف اسلامی ممالک اسپانسر کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک ان اداروں میں سیاست اور حالاتِ حاضرہ سے بے گانگی تھی اور ان میں صرف مذہبی اور تعلیمی سرگرمیاں انجام دی جاتی تھیں۔ اسی بات کو دیکھتے ہوئے دائیں بازو کے انتہا پسندوں اور ''نئے نازیوں'' New Nazis کی جانب سے اسلام مخالف مظاہرے کیے گئے، جس نے ان اداروں کے منتظمین اور ذمہ داروں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی اور ان اداروں نے نہ صرف ملکی سیاست میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا بلکہ اپنے طلبہ کو بھی سیاست اور حالاتِ حاضرہ سے واقف کروانا شروع کر دیا، نتیجتاً مختلف اسلامی گروپس ملکی سیاسی پارٹیوں میں شامل ہو چکے ہیں بلکہ پارٹیوں میں ایک علاحدہ مقام بنا چکے ہیں اور اب ہر جماعت ان مسلم سیاستدانوں کو نظر انداز نہیں کرتی۔ حکومت بھی اس بات پر مجبور ہو چکی ہے کہ مختلف حکومتی باڈیز میں مسلمانوں کو رکنیت دے۔

اس کی ایک مثال عمر الراوی ہیں جو پارلیمنٹ کے ممبر ہیں اور پارلیمنٹ کی ممبر شپ کے لیے انھوں نے کیمونسٹ پارٹی آف آسٹریا کے ٹکٹ پر انتخاب جیتا ہے۔ اب مسلمان جوں جوں سیاسی پارٹیوں میں اپنے کردار کو بڑھا رہے ہیں، توں توں سربراہانِ جماعت کے لیے وہ زیادہ اہم ہوتے جا رہے ہیں، خصوصاً بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کے سربراہان کے لیے جو اس بات کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ مسلم افراد سے سیاسی حمایت کے علاوہ ووٹ بھی حاصل کیے جا سکیں۔ حالات یہی بتا رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں مسلمان آسٹریا کی ملکی سیاست میں انتہائی اہم کردار ادا کریں گے۔

مسلم جماعتیں: ۱۔ انجمن ثقافت اسلامیہ: آسٹریا کی سب سے پہلی اسلامی جماعت جو پہلی جنگِ عظیم کے بعد قائم کی گئی۔ اس تنظیم نے مسلمانوں کی اقتصادی ترقی اور معاشرتی تشخص کے لیے قابلِ قدر کام کیا۔ ۱۹۳۹ء میں نازی جرمنوں نے اس جماعت کو ختم کر دیا۔ ۲۔ انجمن مسلمانان آسٹریا: یہ ۱۹۵۰ء میں قائم ہوئی، پہلے تو یہ اچھا کام کرتی رہی، خصوصاً مشرقی یورپ سے آنے والے مسلمان پناہ گزینوں کے حوالے سے اس جماعت نے خصوصی خدمت کی مگر اس کے سربراہ (جس کا نام کمال تھا اور وہ امریکہ سے آ کر اس جماعت کا سربراہ بن گیا تھا) نے بعض ایسی کتابیں لکھیں جو حقیقی اسلامی تعلیمات کے خلاف تھیں، اس چیز کا انتہائی برا اثر پڑا اور آخر کار ۱۹۶۲ء میں یہ جماعت ختم کر دی گئی۔ ۳۔ الخدمۃ الاسلامیۃ الاجتماعیۃ: اس جماعت کو ۱۹۶۲ء میں یوگوسلاویہ کے مہاجر اور ممتاز دانشور اسماعیل بالچ نے قائم کیا۔ اسماعیل بالچ پہلے انجمن مسلمانانِ آسٹریا میں کام کر چکے تھے۔ اس جماعت نے صحیح خطوط پر کام کیا اور دیگر چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو جو ترک مزدوروں اور پر مشتمل تھیں اپنے ساتھ ضم کر لیا۔ ویانا میں نماز کے لیے ایک مسجد قائم کی اور کتب خانے کا قیام بھی عمل میں لایا۔

مشکلات و مسائل: آسٹریا کے مسلمانوں کی ایک بڑی مشکل یہاں کے مسلمانوں کی مسلکی اور نسلی بناء پر تقسیم ہے، جس کی بنا پر مسلمان نہ صرف مسلکی اور نسلی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں بلکہ اس چیز نے ان کے اندر مختلف معاشرتی طبقات بھی پیدا کر دیے ہیں۔ مثال کے طور پر ترک، جو آسٹریائی مسلمانوں کی کل تعداد کا ۸۰ فیصد ہیں، اپنی الگ کمیونٹی رکھتے ہیں جہاں ان کی اپنی مسجد ہے اور معاشرتی زندگی بھی الگ ہوتی ہے۔ بوسنوی مسلمانوں کا اپنا ایک الگ طرز زندگی ہے، ان کا طرزِ زندگی مختلف ثقافتی اقدار کا مجموعہ ہے جو زیادہ تر کیمونسٹ دورِ حکومت کے اثرات سے متاثر ہے جب کہ

عرب مسلمانوں کا گروہ جن میں سے ۵۰ فیصد مصری ہیں کا اپنا طرزِ زندگی اور روایات ہیں۔

آسٹریا کے مسلمانوں کے لیے ایک اہم مسئلہ جسے تا حال حل ہونا باقی ہے۔ وہ گورنمنٹ کا ایک قانون ہے، جس کے تحت حکومت نے ہسپتالوں اور طبی مراکز کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ حال میں فوت ہونے والے افراد کے جسمانی اعضاء نکال سکتے ہیں، اس ضمن میں متوفی کے لواحقین یا ورثاء کی اجازت کی ضرورت نہیں، آسٹریا کے مسلمانوں کی اکثریت کے لیے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت اس قانون سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دے۔

آسٹریا میں لوگوں کے اسلام کی طرف میلان و رغبت اور دوسرے مذاہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے میں تدریجاً ہونے والے اضافے نے وہاں کے بعض انتہا پسند گروپوں کو غضبناک کر دیا ہے اور وہ کھل کر مسلم کمیونٹی کے خلاف میدان میں آ گئے ہیں۔ اس ضمن میں ان اسلام مخالف انتہا پسند گروہوں نے مختلف تحریکیں چلائی ہیں جن میں ذرائع ابلاغ، ثقافتی اور ذہنی فورمز کی مدد لی گئی ہے تا کہ ان تحاریک کے ذریعے اسلام کے امیج کو بگاڑا جا سکے اور افرادِ معاشرہ کو اسلام سے بدظن کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں پر حملے بھی کیے گئے ہیں جن میں مسلمانوں اور ان کے تعلیمی اداروں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

ان فرقہ وارانہ تحریکوں کے جواب میں مسلمانوں نے بعض سیاسی پارٹیوں اور اتھارٹیز کی مدد اور اتحاد سے مختلف سیمینارز اور جلسے منعقد کیے جس میں اسلام کا صحیح تصور اُجاگر کیا گیا اور اس کے صبر و تحمل اور برداشت کے جذبے کو نمایاں کیا گیا۔ ان جلسوں میں وہاں کے بہت سے سیاسی راہنماؤں نے آسٹریائی مسلمانوں کے قابلِ عزت و احترام اور اہم کردار کو سراہا اور اس کی تعریف کی۔

فہمِ اسلام اور اس کے کردار کو روشناس کرانے کی دیگر کوششوں میں کمیونسٹ پارٹی نے رمضان ۲۰۰۲ء میں ایک افطار پارٹی کا انعقاد کیا، جس میں پارٹی کے سربراہ نے مسلمانوں کی انتخابات میں اہمیت اور ان کے کردار کو واضح کیا اور آسٹریا کی عام زندگی میں مسلمانوں کے قابلِ تقلید و قابلِ تعریف کردار کو سراہا۔ رمضان ۲۰۰۳ء میں آسٹرین پیپلز پارٹی نے اسی قسم کی تین افطار پارٹیوں کا انعقاد کیا جو ترک مسلم کمیونٹی کے اعزاز میں دی گئیں۔

گیارہ ستمبر کے حالات و واقعات کے تناظر میں آسٹریا کے کلیدی افراد نے ہر قسم کی دہشت گردی سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے جس طرح کہ دنیا کے دوسرے مقامات پر مختلف ممالک کی مدد سے کی جانے والی دہشت گردی قابلِ مذمت ہے لیکن انھوں نے اس قسم کی کسی بھی دہشت گردی کا تعلق اسلام کے ساتھ ماننے سے انکار کیا ہے۔

آسٹرین وزیر خارجہ نے اس ضمن میں مزید وضاحت کے ساتھ یہ کہا کہ ''اسلام صبر و تحمل اور برداشت کا سبق دینے والا مذہب ہے اور امن کا داعی ہے نیز اس کا دہشت گردی سے کوئی لین دین نہیں ہے'' اور یہ آسٹرین خارجہ پالیسی کا ایک اہم نکتہ ہے، نیز آسٹریا کی پالیسی برائے موافقت بین المذاہب والثقافۃ کا پورا دار و مدار ہی اس پر ہے کہ تمام معاملات میں تفتیش کی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا مادہ پیدا کیا جائے تا کہ کسی بے گناہ اور بے قصور کو سزاوار نہ ٹھہرایا جا سکے۔''

☆☆☆